مکتوبِ مفتوح[1]

جناب نعیم صدیقی صاحب

یہ ایک مکتوبِ مفتوح ہے، پورے عالمِ اسلام کے حکمرانوں، علماء، مفکرین، ادیبوں اور صحافیوں کے نام جسے ایک زندہ ضمیر بندۂ ناچیز نے دلِ دردمند کے خون میں قلمِ احساس کو ڈبو کر لکھا ہے۔

موجودہ پُرتشدد اور جارحیت آموز تہذیب کی بنائی ہوئی دجالی دنیا کے ہر کونے میں ملتِ اسلامیہ کے خلاف ظلم و تزویر کا سلسلہ جاری ہے اور باطل نظریوں کے علمبرداروں کی کوشش یہ ہے کہ اس قوم کو مٹا دیا جائے جس کے اندر سے حق کی آواز جا بجا بلند ہو رہی ہے۔ اور یہ آواز نہضت تازہ کی تحریک بنتی جا رہی ہے۔

خاص طور سے جن مسلم اقلیتوں پر خونخوار اکثریتوں نے دھاوا بول رکھا ہے ان کے احوال خون رُلا دینے والے ہیں۔ پھر ان میں سے بھی کچھ خطے وہ ہیں جہاں مسلم اقلیتیں جان جوکھوں میں پڑ کر ظلم و جارحیت کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ لیکن بھارت ایک ایسی سرزمین ہے جہاں ۱۹۴۷ء سے بعد کے دور میں شر پسند ہندوؤں نے ہر ۱۹ گھنٹے بعد ایک مسلم کُش بلوائی کھڑا کیا ہے اور مسلمانوں کی بہت بڑی اقلیت انتہائی بے بسی سے درندگی کا نشانہ بن رہی ہے۔

پچھلی طویل اور دردناک داستان الگ، آج آسام میں مسلمانوں پر بہت بڑی قیامت گذر گئی ہے۔ آسامِ خون آشام میں بدترین مشرک قوم کے وحشیوں نے چند ہفتوں کے اندر بقول عام

---

[1] پہلے میں نے دلی کی ساتویں سربراہ کانفرنس کے بارے میں اپنے تاثرات و مطالبات لکھے، مگر بعد میں ایک اہم تر ضرورت سامنے آ گئی۔ اب وہ مضمون کسی اور صورت میں شائع ہوگا۔

(ن - ص)

۱۰ اور ۱۵ ہزار (زیادہ تر) مفلوک الحال مسلمانوں کی لاشوں کے انبار لگا دیئے۔ تلخیصی رپورٹ اس مکتوب کے ضمیمے میں دی گئی ہے۔ بیروت کی قیامتِ شطیلہ میں ۵ ہزار مسلمانوں کے قتل نے ہمارے دل ہلا دیئے اور یاسر عرفات کو بوڑھا کر دیا۔¹ مگر آسام تو اس سے کئی گنا بڑا شطیلہ ثابت ہوا۔ مگر اس بڑے شطیلہ کے قتلِ عام پر ہم نے کیا ردِعمل دکھایا؟ کیا ہم میں سے کسی ایک کا بال بھی بینکا ہوا؟

اس وحشیانہ قتلِ عام کے سانحہ کا اگر مغربی اور دوسری مسلم اقوام اور اُن کے اداروں نے کوئی نوٹس نہیں لیا، اگر اقوامِ متحدہ خاموش ہے، اگر ادارۂ حقوقِ انسانی دم بخود ہے، اگر روس نے کوئی آواز نہیں اُٹھائی۔ اگر ایمنسٹی انٹرنیشنل چپ ہے تو ان میں سے کسی کا کیا گلہ جب کہ مسلمان اقوام اور ان کے اکابر مہر بہ لب ہیں۔

دہلی میں عین اُس وقت غیر جانب دار کانفرنس کا ساتواں اجلاس منعقد ہوا جب کہ آسام سے مسلمان کے خون کی مہک وگیان بھون (اجلاس گاہ) تک آرہی تھی، مگر کسی مسلمان قوم کے حکمران یا مندوب کو یہ جراٗت نہ ہوئی کہ وہ رسولِ خدا کے اُمتیوں سے ہونے والے وحشیانہ سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتا۔ ہر کسی کو مصلحت و مفاد سے غرض رہی۔ آج جیوش کرانیکل لندن کے اس نشتری قول کی کسک بھی نہ جانے کسی کو محسوس ہو سکی ہے یا نہیں کہ آسام میں مسلمان مر رہے تھے اور دہلی کانفرنس کے مسلمان شرکا ضیافتوں سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ یہ تو ایسا ہی ہے جیسے اپنے بزرگوں اور بھائیوں اور ماؤں اور بیٹوں کی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر اکل و شرب کا لطف اُٹھایا جا رہا ہو۔

کچھ اصحاب کی جراٗتیں شاید اندرا گاندھی کے اس قول سے دب کر رہ گئیں کہ یہ معاملہ ہمارا داخلی معاملہ ہے۔ اگر یہ داخلی معاملہ ہے تو پھر اگر کوئی حکومت یا قوم اپنے ہاں انسانی گوشت کی

---

¹ بیروت میں اسرائیل کی زیادتیوں پر خود اسرائیلی قوم تک کے اندر سے آواز بلند ہوئی، مگر آسام کے معاملے میں بھارت تو ایک سنگین مجسمہ ہے ہی، خود مسلمان چپ شاہ کا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔

فراہمی کا مذبح بھی قائم کر لے تو وہ یہ کہہ کر بری الذمہ ہو سکتی ہے کہ یہ اس کا داخلی معاملہ ہے۔ ذرا آسام کے مسلمانوں کی طرح کا معاملہ عیسائیوں سے کر کے دیکھیے تو پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ لندن اور واشنگٹن کے قصورِ اقتدار تک سے ایسی آواز بلند ہو گی جو کان کھول دے گی۔ کسی ملک میں ذرا معمولی درجے کے پادری سے تو معمولی سی بدسلوکی یا بدتمیزی کر کے دیکھیے، براہ راست ملکہ برطانیہ دخل دے گی۔

آسام میں جو معاملہ ہوا ہے اور اس سے پہلے بھارت میں مسلمانوں کے خلاف جو کچھ ہو چکا ہے وہ نہ صرف مذہبی، اخلاقی اور انسانی شرف کے لحاظ سے جرم عظیم ہے بلکہ اقوام متحدہ نے نسل کشی کی جو قرارداد پیش کی ہے اس کے خلاف ہونے کی وجہ سے دنیا بھر کی اقوام کے معاہدے اور فیصلے کی خلاف ورزی کی ہے اور اس لحاظ سے ایک بین الاقوامی جرم شنیع ہے۔ ایسے جرم پر ہر حکومت، ہر ادارے اور ہر فرد کو آواز بلند کرنے کا حق حاصل ہے۔ حق ہی نہیں، ہر شریف انسان اور ہر صاحبِ ایمان مسلمان کا فرض عین ہے کہ وہ ایسے جرم پر تڑپے۔ اور ایسے جرم پر جہاں بھی ممکن ہو آواز اٹھائے اور ایسے جرم کے سدباب کی ہر ممکن تدبیر کرے۔[1]

---

[1] اقوام متحدہ کی پاس کردہ قرارداد کی رو سے کسی ملک کے ایسے تمام اقدامات پوری انسانیت کے خلاف جرم ہیں جن کا مقصد کسی گروہ کے مذہب اور اس کے تہذیبی تشخص کو جبراً مٹانا ہو یا اس کی نسل کو ختم کرنے کے لیے کارروائی کی جائے۔ اس طرح کی حرکات کو "داخلی معاملہ" نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ بین الاقوامی معاملہ ہے۔ اس وقت بھارت میں مسلمانوں کو معاشی طور پر ختم کرنے کے لیے ایک طرف حکومت نے ان پر ملازمتوں کے دروازے بند کر دیے ہیں، دوسری طرف ہندو بلوائی ان کے چھوٹے چھوٹے کارخانوں اور دکانوں کو آگ لگا کر ختم کر دیتے ہیں اور تیسری طرف ان کے بڑوں اور بچوں اور عورتوں کو ہلاکت کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ساری کارروائی صریح طور پر نسل کشی (GENOCIDE) کی کارروائی ہے اور اس کا نوٹس عالمی اداروں کی سطح پر لیا جانا چاہیے۔ کم سے کم مسلمانوں کا تو پہلا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کے خلاف نسل کشی کے جرم کا مقدمہ تمام بین الاقوامی اداروں کے سامنے کھڑا کر دیں۔

اگر دلی کی نام نہاد غیر جانبدار کانفرنس میں شریک ہونے والے مسلم ممالک اس مسئلے کو پورے زور سے اٹھاتے اور آواز نہ سُنے جانے کی صورت میں بستر باندھ کر کانفرنس سے روانہ ہو جاتے تو اس عالمی شطرنج کی ساری بازی وہ جیت لے جاتے۔ باقی صرف ایسے پٹے ہوئے مہرے رہ جاتے جن کی کوئی قوت نہ ہوتی۔ بلکہ کاش کہ کوئی ایک ملک ہی ایسا ہوتا جو آسام کے شہید اور زندہ مظلوم مسلمانوں تک اپنا یہ احساس پہنچا دیتا کہ مسلمانوں کے جان و مال و آبرو کے مقابلے میں ہر مفاد ہیچ ہے تو آج وہ ایک مسلمان ملک وقت کی تاریخ کا ایک نمایاں باب ہوتا۔

دلی کانفرنس تو اپنی جگہ رہی، کسی مسلمان ملک میں کوئی بھرپور احتجاجی آواز نہیں اُٹھی، جلوس نہیں نکلے، ہڑتالیں نہیں ہوئیں۔ حکومتوں نے سفارتی سطح پہ کوئی نوٹس نہیں لیا، کہیں لوگ روئے نہیں، کہیں قرآن خوانیاں نہیں ہوئیں، ہر طرف ایک سناٹا طاری ہے[1]

ہم وہ اُمت ہیں جس کے رسولؐ نے یہ تعلیمِ اخوت دی تھی کہ اگر ایک مسلمان کو کانٹا بھی چبھے تو دوسرے ایمان لانے والے کو اس کا درد محسوس ہونا چاہیے۔ ہم وہ اُمت ہیں جسے قرآن نے تلقین کی ہے کہ جہاں کہیں کمزور لوگ اور عورتیں اور بچے مصیبت کا شکار ہو کر چیخ اُٹھیں کہ اے اللہ ظالموں کی اس بستی یا مملکت سے ہم کو نجات دلا تو وہاں ہمارے لیے اُن کی عملی نصرت کی آخری ذمہ داری عاید ہو جاتی ہے۔

لیکن آج کے حالات میں آخری چارۂ کار سے پہلے بھی بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ آخر زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ شاہ فیصل مرحوم نے تیل کا ہتھیار استعمال کر کے ایک معرکہ سر کر دکھایا۔ اور ابھی

---

[1] اب تک صرف یہ اطلاع ملی ہے کہ کویت اسمبلی میں قرارداد پاس ہوئی ہے۔ شاہ فہد نے اس واقعہ پر صدمے کا اظہار کیا ہے۔ پاکستان میں دو ایک اجلاس ہوئے ہیں اور اخبارات نے نوٹ لکھے ہیں۔ لیڈروں نے بیانات دیے ہیں اور مساجد میں تقریریں ہوئی ہیں۔ مزید اہم بات یہ کہ کینیڈا میں احتجاجی لہر اُٹھی ہے۔ یا پھر پاکستان میں اجلاس اور تقریریں ہوئی ہیں اور گذشتہ جمعہ میں مسجدوں میں آواز اٹھائی گئی ہے، نیز اخبارات نے آسام کی داستانِ بہیمیت کو شائع کیا ہے۔ تازہ اطلاع کے مطابق جناب حبیب شطی نے اس مسئلہ پر اندرا گاندھی سے بات کی۔ یہ جو کچھ ہوا ہے بہت کم ہوا ہے۔

مسلمانوں کے پاس معاشی مارکیٹ کا ایک اور بڑا ہتھیار باقی ہے جو بڑے مؤثر طریق سے استعمال ہو سکتا ہے۔

مگر پہلا کام یہ ہے کہ آپ بھارتی مسلمانوں کے تحفظ کے لیے حسب ذیل شرائط سامنے لائیں:۔

۱۔ مسلمانوں کو فرقہ پرست (جس کے معنی قوم سے عدم وفاداری تک پہنچتے ہیں اور جنونی (FANATIC) کہنا چھوڑ دیا جائے۔ ان کو ملک کے مجرموں کا سا جو مقام دے دیا گیا ہے اُسے ختم کیا جائے۔

۲۔ اس وقت آسام میں خصوصاً اور بھارت میں دوسری کسی بھی جگہ جب کوئی مسلم کُش بلوئی واقع ہو تو اسے محض لا اینڈ آرڈر کے ریاستی اور صوبائی مسئلوں کی طرح نہ لیا جائے بلکہ مرکزی حکومت اس کی روک تھام کی ذمہ داری اپنے سر لے۔

اس کام کے لیے پولیس اور انتظامیہ کے ایسے دستے استعمال کیے جائیں جن کی خاص طور سے غیر متعصبانہ تربیت کی گئی ہو اور جن میں کسی ایسے سابق افسر یا ملازم کو بھرتی نہ کیا جائے جس کا کردار پہلے کے ایسے واقعات میں ناپسندیدہ رہ چکا ہو (اور اس کے لیے چھان بین کی جانی چاہیے)

ایسی کوئی بھی فورس (پولیس کی ہو یا فوج کی یا ملیشیا کی) کسی بھی علاقے میں اس صورت میں استعمال کی جائے جب کہ افسروں سے لے کر عام کارکنوں تک نشانۂ فسادات بننے والے بڑے فریق کے کافی ہم مسلک لوگ موجود ہوں۔ اس ضمن میں حالیہ ایک اعلان کے مطابق مسلمانوں کو دوسروں شعبوں کی طرح قیامِ امن کی تنظیموں میں کم سے کم آبادی کے تناسب کے مطابق جلد سے جلد بھرتی کیا جائے۔

ایسے فسادات کے پہلے ریلے کو روکنے کے لیے ۲۴ گھنٹے کے اندر اندر اگر مؤثر کارروائی نہ کی گئی ہو تو (انڈیا کے پارلیمانی مسلم گروپ کے میمورنڈم کے مطابق) وزیر اعظم کو خود موقع پہ جا کر کیمپ لگا دینا چاہیے اور فوری طور پہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور ایس ایس پی کو معطل کر دینا چاہیے۔ اسی طرح کسی بھی سرکاری ملازم کا پارٹ اگر بے جا قسم کا رہا ہو تو اُسے فوراً گرفت

میں لینا چاہیے۔

۳ ـــ مسلم کش بلوؤں کے تمام متاثرین کو (چاہے کسی کا جانی نقصان ہوا ہو یا عضوی، مالی یا عزت و آبرو کا، چاہے مکان یا دکان یا سامان کی تباہی ہوئی ہو، سب کو) معقول و مناسب شرح سے مرکزی حکومت کی طرف سے معاوضے ادا کیے جائیں اور ان معاوضوں کا بار کم نقصان والے فریق پر زیادہ ڈالا جائے۔ اگر کسی غیر مسلم کو نقصان پہنچے تو اسے بھی حق ملنا چاہیے۔ جس گھر کا کوئی فرد باقی نہ رہے اس کے اپنے گروہ کے تحت زر امداد ایک اجتماعی بہبود فنڈ میں جمع کرا دیا جائے۔

لٹی ہوئی تمام اشیاء واپس لی جائیں یا اُن کی قیمت وصول کی جائے۔ نیز جو لوگ فساد کی منصوبہ بندی یا قیادت یا اس کے سلسلے میں براہِ راست جرائم کے ذمہ دار ہوں اُن کو بلالحاظ مرتبہ و تعداد کے قانون کی گرفت میں لایا جائے۔

۴ ـــ پریس اور اسٹیج دونوں کے لیے ممنوع قرار دیا جائے کہ وہ غیر تحقیق شدہ افواہی مواد، جھوٹے یا مبالغہ آمیز نقصانات یا فرقہ وارانہ اکساہٹ اور اشتعال پیدا کرنے والی تحریروں، تقریروں اور تصویروں سے وبا کو غلط طور پر پھیلائیں۔ ایسی حرکات کے خلاف انتظامی احکام کے علاوہ باقاعدہ قانونی و تعزیری کارروائی کے طریقے متعین کرنے چاہئیں۔

۵ ـــ ہر بلوے کی تحقیق کے لیے فوری طور پر ایک ایسا کمیشن مقرر کر دیا جائے، جس میں شریف سیاسی و سماجی لیڈروں، غیر متعصب اخبار نویسوں، بلند کردار علماء، اخلاقی احساس رکھنے والے ادیبوں اور دانشوروں، فساد کا زیادہ شکار ہونے والے فریق کے مناسب تعداد نمائندوں کے ساتھ حزب اختلاف کے لیڈر اور ایک مرکزی وزیر کو ہائی کورٹ کے کسی جج کی سربراہی میں جمع کر دیا جائے۔ اس کمیشن کے وفود نہ صرف فساد زدہ آبادیوں میں پھر کر حالات کو ریکارڈ کریں، بلکہ موقع پر ہی رہ کر اپنے اجلاسوں میں سرکاری اور عوامی ہر طرح کے لوگوں کی شہادتیں جمع کریں اور دیانت و انصاف سے اپنی رپورٹیں تیار کریں۔ یہ رپورٹیں پارلیمنٹ میں بھی جائیں، صدر اور وزیر اعظم تک بھی پہنچیں اور تمام اخباروں میں بھی شائع ہوں تاکہ لوگوں میں یہ اعتماد پیدا ہو کہ اُن کے سروں پر ایک بااصول حکومت بیٹھی ہے۔

۶ — درسی کتابوں، خصوصاً تاریخ اور زبان و ادب اور مذہبی موضوعات کی سختی سے چھان بین کر کے ایسے ہر مواد کو خارج کر دیا جائے جو فرقہ وارانہ منافرت پیدا کرنے کا باعث بن سکتا ہو۔

۷ — یہ امر تسلیم کرایا جائے کہ مسلم کش واقعات ہونے کی صورت میں اسلامی کانفرنس کا مامور کردہ کوئی بھی وفد بھارت میں جا کر سرکاری حکام، مدیران، سیاسی لیڈروں اور عوام سے رابطہ کر کے حالات کی رپورٹ تیار کر سکتا ہے، نیز نقصان اٹھانے والوں سے ان کی مظلومیت اور ان کے نقصانات کا اندازہ حاصل کر سکتا ہے۔

۸ — یہ بھی طے ہو جانا چاہیے کہ ایسے مواقع پر بھارت میں اسلامی کانفرنس یا کسی بھی مسلم ملک کی طرف سے انجمن ہلال احمر متاثرہ علاقے میں بلوئی زدہ مسلمانوں (ان میں مصیبت زدہ غیر مسلم بھی شامل ہو سکتے ہیں) کو مالی، غذائی، ذہنی، معالجاتی یا کسی دوسری طرح کی مدد پہنچائے۔

۹ — عالم اسلام کے اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی وژن کے مجاز نمائندوں کو موقع ملنا چاہیے کہ وہ حالات کو بچشم خود دیکھیں، تصاویر لیں اور اپنے ڈسپیچ باہر بھجوا سکیں۔

۱۰ — راشٹریہ سیوک سنگ اور جن سنگ جیسی متعصب اور غنڈہ گردی کرنے والی فرقہ پرست تنظیموں کو یا تو توڑ دیا جائے یا ان پر ایسی قانونی پابندیاں عاید کی جائیں کہ وہ انسانیت کش حرکات نہ کر سکیں۔ ساتھ ہی یہ احتیاط ضروری ہے کہ مسلمانوں کی ایسی معقول تبلیغی یا سماجی تنظیموں اور اداروں کو حساب برابر کرنے کے لیے زد میں نہ لیا جائے جن کی تاریخ فرقہ وارانہ اشتعال انگیزی اور فساد خیزی سے خالی ہے۔

۱۱ — ان تمام اوقاف، مساجد، مدارس کو (فہرستیں تیار کرا کے) واگزار اور بحال کرایا جائے، جن پر جبراً قبضہ کیا گیا ہے۔ جن کو ختم کر دیا گیا ہے ان کی تعمیر نو کرائی جائے۔

۱۲ — ضمانت حاصل کی جائے کہ مسلمانوں کے شرعی پرسنل لا کو نہیں بدلا جائے گا۔ اور اس سلسلے میں اگر کسی صحیح تبدیلی کی ضرورت ہوئی تو مستند مسلم جماعتوں کے نمائندہ بورڈ کے مشورہ کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

۱۳ — علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے اسلامی کردار کے تحفظ کی یقین دہانی کرائی جائے اور اس کا تعلیمی رابطہ جامع الازہر (مصر)، مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب، اور شریعت کالج اسلام آباد

سے قائم کردیئے جائیں۔

۱۴۔ اُردو زبان کو سرکاری اور تدریسی حیثیت سے اس کا جائز مقام دیا جائے، اور جہاں کہیں مسلم طلبہ کی مناسب تعداد اُردو پڑھنے کے لیے موجود ہو، وہاں شعبہ ہائے اُردو اور اس کے لیے اساتذہ کا انتظام کیا جائے۔

۱۵۔ مسلمانوں کو جس بُری طرح ۲۶ سال میں ملازمتوں سے دُور رکھنے کے بعد (آج بھی دلی میں تین بڑے محکموں کے ۸ سو افسروں میں صرف ۶ مسلمان ہیں) اُن کو جمے ہوئے چھوٹے اور بڑے کاروبار سے محروم کر دیا گیا ہے، تلافی اعمال کے لیے بھارت سرکار سے طے کروانا ہوگا کہ سول اور فوجی ملازمتوں میں ان کو تناسب آبادی کے حساب سے شریک کیا جائے۔ اُن کو ٹھیکے لینے کا بھی مساویانہ حق دیا جائے اور انہیں تعلیمی پس ماندگی کا نشکار بنانے کے لیے جو کچھ کیا گیا ہے، اس کی تیز رفتاری سے تلافی کی جائے۔

۱۶۔ بالعموم ہر مسلم کش بلوے کے بعد مسلمانوں ہی کی زیادہ تباہی ہوتی ہے اور پھر مسلمانوں ہی کی زیادہ گرفتاریاں ہوتی ہیں اور انہیں کو جرمانے اور قید کی سزائیں ملتی ہیں۔ طے ہونا چاہیے کہ جس فریق کا زیادہ نقصان ہو، گرفتاریاں اور سزائیں اُس کے مخالف فریق کی زیادہ اور مطابق تناسب ہوں گی۔

۱۷۔ فوری طور پر علاقہ آسام میں حالات کا جائزہ لینے کے لیے مسلم ممالک کا ایک وفد طلب کیا جائے جس کے ساتھ اخبار نویسوں کی ٹیم کے علاوہ انجمن ہلال احمر کی مؤثر قوت موجود ہو۔ حالات کے مطالعہ و تحقیق کے علاوہ ہلال احمر کے لوگ برباد شدہ مکانوں اور مسجدوں کی تعمیر کریں، اُجڑی ہوئی آبادی کو واپس لے جا کر بسائیں۔ زخمیوں کا علاج کریں اور کھانے کپڑے کی ضروریات پوری کریں۔ اس سلسلے میں مصارف کا خاصا بوجھ خود بھارتی حکومت کو اُٹھانا چاہیے۔

۱۸۔ جہاں کہیں بھی بلوی کی نوعیت نسل کشی (GENOCIDE) کی ہو اور وہ اکثر ہوتی ہے تو اس کا مقدمہ بین الاقوامی سطح پر اُٹھایا جائے۔

لیکن اگر ان خطوط پر حالات کا اصلاح کا راستہ دینے پر بھارت تیار نہ ہو تو یکم مئی سے پہلے پہلے کسی مقررہ تاریخ کو خوش حال مسلمان ممالک میں بھارت کے تمام ٹھیکے منسوخ کر دیے جائیں۔

تمام زیرِ کار سکیمیں بند کر دی جائیں - ایک ایک بھارتی فرد[1] کو واپس رخصت کر دیا جائے۔ مسلمان ممالک اگر اس چارۂ کار پر ذرا بھی توجہ دیں تو بھارت کی بنیا قوم کا دماغ جلد ٹھکانے آسکتا ہے۔[2]

مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ کیا بھارت کے دوسرا اسپین یا اسرائیل (اصل فلسطین) بننے سے پہلے آج فوری طور پر کوئی مؤثر اقدام ہو سکتا ہے۔ کوئی ہے جو آسام کے کئی ہزار مقتولوں لاکھوں پناہ گزینوں اور مستقبل کے بلوؤں کا شکار ہونے کے لیے بچ جانے والے مسلمانوں کے لیے مضطرب ہو کے اُٹھے۔ آخر ہم نصف صدی سے مسلمانوں کے ساتھ خونخواری کا معاملہ کرنے والی مشرک قوم کے ساتھ دوستی اور کاروبار اور مفاد کے لیے کب تک اندھا خوشامدانہ رویہ اپنائے رکھیں گے، سفارتوں اور تجارتوں کا کھیل ہم اپنے بھائیوں کی لاشوں پر محفلیں جما کر تو نہیں کر سکتے جن کا خون بھارتی پانیوں اور کھیتوں، ہواؤں اور پیداوار میں ملا ہوا ہے۔ اگر آج ہم آزاد

---

۱ اگر مسلمان افسروں، کاریگروں یا مزدوروں کو جذبہ اسلامی کے تحت سہارا دینا ہو تو اُن کو شہریت دے کر اپنے ہاں مستقلاً آباد کر لیا جائے۔

۲ واضح رہے کہ بھارت اور اسرائیل میں گہری ہم آہنگی ہے۔ پاکستان اور مسلم ممالک کے خلاف دونوں کے ذہن زہر سے بھرے ہوئے ہیں۔ پاکستان کے خلاف بھارت کی جنگوں میں اسرائیلی ماہرین شریک رہے ہیں اور بھارت کے بعض لیڈر اپنے مسلمانوں کا صفایا کرنے کے لیے اسرائیل میں سبق سیکھنے گئے تھے۔ بھارت مسلمان ملکوں میں سیاسی اور اقتصادی ہر لحاظ سے جاسوسی کرتا ہے۔ یوں بھی ہر وہ پیسہ جو مسلم ممالک سے بھارت میں جا رہا ہے۔ اس سے پاکستان کے خلاف اسلحہ کی خریداری ہو رہی ہے اور مسلمانوں کا ایسا ہر پیسہ ہمارے لیے بندوق کی گولی اور میزائیل اور راکٹ کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ یہ حقیقت اگر کچھ اکابر اور دانش ور سمجھ سکیں تو پھر وہ اس امر کو بہتر سمجھیں گے کہ جو کام وہ بھارت کے ذریعے دس لاکھ روپے میں کراتے ہیں، کسی مسلمان ملک سے وہ اسے پندرہ لاکھ میں کرا لیں اور اگر کسی بڑی ٹیکنالوجی کے لیے غیر مسلم ممالک کی طرف رجوع کرنا پڑے تو مشرق میں جاپان موجود ہے اور مغرب میں کئی دوسرے ممالک۔ یہ تو بے حسی کی انتہا ہے کہ بعض ملکوں میں مسجدوں کی تعمیر کے ٹھیکے بھی بھارتی ہندوؤں کے پاس ہیں اور کہیں حلال ذبیحہ گوشت کی فراہمی بھی بھارت کے ذمہ ہے حالانکہ خود بھارت کے مسلمانوں کو ہندو ہوٹلوں میں جا کر یقین نہیں ہوتا کہ ان کو صحیح حلال ذبیحہ ملے گا۔ بعض ہسپتالوں کے چیف میڈیکل آفیسر ہندو ہیں۔ بھارتی مال سے مختلف ملکوں کی منڈیاں بھری پڑی ہیں۔

ریاستوں اور زرعی اور معدنی پیداواروں کے خزائن اور ایک ارب آبادی کی انسانی قوت رکھنے کے باوجود کچھ نہیں کر سکتے تو بھارت کے مسلمان آپ سے رحم کی بھیک مانگے بغیر مرتے رہیں گے کیوں کہ انہوں نے بے بسی کے عالم میں بار بار ہجوم در ہجوم مرنا سیکھ لیا ہے۔ مگر آپ یہ خیال رکھیں کہ ظلم کا یہ گھیرا تنگ ہوتے ہوتے ایک دن اُن قوتوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گا جو آج محلات اور تخت گاہوں اور کارخانوں اور منڈیوں کے درمیان عزت کے تاج اور عظمت کے ہار پہنے امن چین سے بیٹھے ہیں۔

پھر کیا مسلم حکمران ایک ناتواں قلم کش کی تلخ پکار کو سُنیں گے۔

کیا مسلم علماء اس مسئلے کو اٹھانے پر تیار ہیں۔

کیا ایسے مسلم ادیب اور دانشور زندہ ہیں جو قلم کی بے پناہ قوت کو استعمال میں لائیں۔

کیا ایسے صحافی ہیں جو اخبارات کے صفحوں کو مقتولین آسام کا مقدمہ اٹھانے کے لیے استعمال کریں؟

کیا ہمارے کچھ ادارے اور منظمات اتنی توانائی رکھتے ہیں کہ وہ مسلمانانِ آسام کی فریاد کی گونج دنیا بھر میں پہنچا دیں۔

کیا خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والے عوام میں زندگی کی اتنی حرارت اور اسلام کی عطا کردہ اتنی اخوت ہے کہ وہ قیامت اٹھا دیں۔

اگر ان میں سے کوئی بھی عنصر اور کوئی بھی فرد یا ادارہ اس مکتوبِ مفتوح کے پیغام سے اثر لینے والا ہے تو وہی میرا اصل مخاطب ہے۔ باقی رہے فوق البشر اور بے نیاز اسلام حضرات، تو ان سے مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ وہ اپنے مشاغل اور دلچسپیوں میں مگن رہیں۔ ایسے حضرات مفاد اور تعیشات کے لیے اپنے آپ کو وقف کر کے دین اور رسولؐ کی اُمت کو ہمیشہ کے لیے بہ کرم فرمائی سے معاف کر دیں۔ آمدنیاں، تعمیرات، مفاد اور تعیشات آپ کو جسمانی زندگی دے سکتی ہیں، مگر عزت آبرو کی مقصدی، روحانی اور تہذیبی زندگی نہیں دے سکتیں۔ زندگی ہے تو اسلامی نصب العین سے! زندگی ہے تو مظلوم مسلمانوں کی محبت و اخوت کی اسپرٹ سے۔ ورنہ جو اذیت ہم نے بیروت میں بھگتی ہے، اُس سے بڑی مصیبت ہم آسام میں بھگت رہے ہیں، اور آگے چل کر اور بڑی بڑی قیامتیں ہمارے سروں سے گذریں گی اور ہم دم نہیں مار سکیں گے۔ اس طرح ہر ذلت سہیں گے جیسے ہم جانوروں